موجِ غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۴۰۴

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

موجِ غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۴۰۴

مرتّبہ:
نوید ظفر کیانی

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام
https://archive.org/details/@nzkiani
nzkiani@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمی آن لائن مشاعرہ
موجِ غزل
منفرد ردیف رنگ

۴۰۴

پابند ردیف رنگ

ردیف گ ـــــ قوافی و بحر حسبِ توفیق

مشاعرہ ۱۷ر فروری ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ سہ پہر تین بجے شروع ہوگا اور اتوار رات نو بجے تک جاری رہے گا۔ کلام مقررہ وقت پر ایک ایک شعر کی صورت میں پیش کیا جائے جو یکجا کر کے یکجا والے مراسلے میں کمنٹ کیا جائے۔ براہِ کرم کلام قبل از وقت پیش نہ کریں۔ **ڈُباب و چنگ** کے مرکزی خیال پر کسی بھی ہئیت میں نظم لکھی جا سکتی ہے۔

ڈُباب و چنگ

میزبان ہاشم علی خان ہمدمؔ، نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ
محمد رضا طیبی اور احبابِ موجِ غزل

خوش آمدید

موجِ غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۴۰۴

عالمی آن لائن مشاعرہ
موجِ غزل

۴۰۴

ردیف گ قوافی و بحر حسبِ توفیق

مشاعرہ ۱۷ر فروری ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ سہ پہر تین بجے شروع ہوگا اور اتوار رات نو بجے تک جاری رہے گا۔ کلام مقررہ وقت پر ایک ایک شعر کی صورت میں پیش کیا جائے جو یکجا کر کے یکجا والے مراسلے میں کمنٹ کیا جائے۔ براہِ کرم کلام قبل از وقت پیش نہ کریں۔ **ڈُباب و چنگ** کے مرکزی خیال پر کسی بھی ہئیت میں نظم لکھی جا سکتی ہے۔

ڈُباب و چنگ

فہرست

ڈاکٹر حامد حسین سسوا

ڈاکٹر منظور احمد

ذوالفقار ہمدم اعوان

رضوانہ اجمل ملک اعوان

روبینہ شاہین بینا

زاہد کونچوی

سفر ندیم زہری انجم

اعجاز ابطحی

پنجتن نامہ

رسول ﷺ عرش پہ آئے، ہے آبروئے فلک
وہ کاش روز ہی آئیں، ہے آرزوئے فلک

علیؑ کے رخ کی زیارت کا ہوگیا خوگر
ضیائیں پائے رخِ مرتضیٰؑ سے روئے فلک

درِ بتولؑ پہ جھکنا شعار ہے اس کا
قدم کی خاک کے بوسے ہیں جستجوئے فلک

نوازتا ہے یہ رحمت سے سارے عالم کو
حسنؑ کے جود و سخا سی ہوئی ہے خوئے فلک

یہ آسمان کی حسرت ہے اُٹھی رن میں
اے کاش ہوتا جو شہ ﷺ کی جگہ گلوئے فلک

تعظیم احمد

محمدی کھیری یوپی

مجھ کو دیتی ہے زندگی دستک
اس طرح ملتی ہے خوشی دستک

کل سے رستہ ہیں دیکھتے ساقی
منتظر ہیں نہیں ملی دستک

ہم کو آرام کیسے حاصل ہو
روز دیتی ہے بے کلی دستک

اُن کا دن رات انتظار رہا
کیوں وہ آئے نہیں کھلی دستک

کل ملاقات میری اُن سے ہوئی
سن کے حیران ہیں دکھی دستک

کچھ نئی بات پیش آنی ہے
دَر پہ دیتی ہے روشنی دستک

تیری قسمت سنورنے والی ہے
کر لے تعظیمؔ عاجزی دستک

جمیل حیدر عقیل

آنکھوں کو میسر نہیں دیدار ابھی تک
امید کے بستر پہ ہے بیمار ابھی تک

تم کو نہیں معلوم گرہ کھولنے والے
دل ہے تری زلفوں میں گرفتار ابھی تک

راحت کا کوئی لمحہ میسر نہیں آیا
سر پٹ ہے چلا وقت کا رہوار ابھی تک

کانوں میں ہیں بچوں کے بلکنے کی صدائیں
پھر سوچ میں گم کیوں ہے خریدار ابھی تک

سالوں کا سفر زیست کے کاغذ پہ ہے لیکن
آغاز کے نقطے پہ ہے پرکار ابھی تک

کیا لوگ ہیں بکنے پہ یہ مائل ہی نہیں ہیں
ہیں در پہ پڑے درہم و دینار ابھی تک

زندانوں کی گرمی سے چٹانیں نہیں پگلی
لوگوں کی زبانوں پہ ہے انکار ابھی تک

خاور چشتی

یہ کیسے ملے قوم کو معمار ابھی تک
دنیا میں جو کرتے ہیں اِسے خوار ابھی تک

جانیں نہ جو قانون کو، منشور نہ مانیں
قوم اُن سے ہے، وہ قوم سے بیزار ابھی تک

کرنے کو حکومت جو چلے آتے ہیں دوڑے
سائے میں وہ بندوقوں کے دلدار ابھی تک

ٹوٹی ہوئی امیدیں لئے بیٹھے ہیں ہم تم
پھر لینے کو ووٹ آتے ہیں غدار ابھی تک

وہ جس کی جگوری نے جگایا ہے سبھی کو
اُس کو ہے لئے زنداں کی دیوار ابھی تک

کس درجہ وہ خائف ہیں کہ "کانپیں بھی ہیں ٹانگیں"
کر پاتے نہیں جلسوں میں اقرار ابھی تک

کیسے لکھوں، لکھنے پہ ہیں پابندیاں خاوؔر
نازل تو بہت ہوتے ہیں اشعار ابھی تک

خاور چشتی

ہم میں کہنے کو پیار ہے اب تک
دِل مرا بے قرار ہے اب تک

جانے کیا درد ہے چھپایا ہوا
آنکھ کیوں اشکبار ہے اب تک

بھولنا چاہوں، بھول نہ پاؤں
دِل پہ کب اختیار ہے اب تک

وصل لمحوں میں جو نظر آیا
آنکھوں میں وہ خمار ہے اب تک

کہہ گیا تھا نہ لوٹ آؤں گا
جانے کیوں انتظار ہے اب تک

میری دنیا اجڑ گئی لیکن
دِل میں میرے بہار ہے اب تک

وہ جو خاؔور نے تیرے نام لکھی
زندگی مستعار ہے اب تک
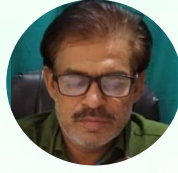
ڈاکٹر حامد حسین سسوا

موتیہاری بہار

ملنے نہ کبھی آئے ہیں غمخوار ابھی تک
تیرا نہ ہوا مجھ کو تو دیدار ابھی تک

آؤ تو ملو بات کرو، یہ ہے ضروری
ملنے سے کیا تو نے تو انکار ابھی تک

موسم کا اثر ہوتا نہیں شاخ و ثمر پر
ہے دل یہ مرا آج بھی گلزار ابھی تک

آؤ تو ابھی مل کے وہ دیوار گرا دیں
ہے تیرے مرے بیچ جو دیوار ابھی تک

تو نے تو ستم خوب کیا سوچ ستم گر
ہے پاس ترے عشق کا بیمار ابھی تک

انسان ہوں، انسان سے نفرت نہ کیا کر
دیکھا ہے بچھا راہ میں ہے خار ابھی تک

حاؔمد تو ملا تجھ سے بہت کھل کے ولیکن
الفت کا کیا تو نے نہ اظہار ابھی تک

ڈاکٹر منظور احمد

آگ برسائے چاندنی بیباک
اس قدر ہو نہ دل لگی بیباک

کون سا خواب دیکھ آئی ہے
تُو کبھی اس قدر نہ تھی بیباک

معجزہ کیا ہے برف کو حاصل
دھوپ کیسے پگھل گئی بیباک

عہد فردا کی ہم نوائی پہ سوچ
چھوڑ پچھلی کہی سنی بیباک

ڈھنگ بدلا تھا زندگانی نے
مجھ کو دھوکا کہ ہوگئی بیباک

آہ نے انتہا کو پار کیا
ہوگئی سانس آخری بیباک

روز شعلے ابھارنے کے لئے
راکھ پڑتی ہے پھونکنی بیباک

چھوڑنا تھا قبیل مایوسی
تُو نے امید چھوڑ دی بیباک

استراحت ہے تیری نظروں میں
جو پڑی ہم کو جھیلنی بیباک

فیصلے دل نے کر دیے منظورؔ
عقل یونہی پڑی رہی بیباک

ڈاکٹر منظور احمد

کس کے ایما پہ جھک گیا ادراک
اِتنا ارزاں نہ تھا ترا ادراک

تیری باتیں کچھ اور کہتی تھیں
ہم نے کچھ اور ہی سنا ادراک

جانے کیا انتشار پھیلا ہے
یوں کہاں بدحواس تھا ادراک

چبھ رہا ہے مری نگاہوں میں
تیری آنکھوں میں تیرتا ادراک

شائبہ ہو رہا ہے پاگل کا
پہلے جیسا نہیں رہا ادراک

اضطرابوں کے جیل خانے سے
تُو نے کیسے چھڑا لیا ادراک

آخری دم تلک رہا خاموش
جانے کس غم میں مر گیا ادراک

پیش و پس میں پڑا رہا منظورؔ
اپنی ضد پر اَڑا رہا ادراک

ذوالفقار ہمدؔم اعوان

بھولا نہیں ہوں میں جو ترا پیار آج تک
پھیلی ہوئی ہے پیار کی مہکار آج تک

یہ دل غمِ حیات سے آگے نہ بڑھ سکا
ٹھہری ہوئی ہے درد کی دیوار آج تک

لاکھوں حسین لوگ تھے جیون سے منسلک
زلفِ سیہ کا دل ہے گرفتار آج تک

بدلے گئے طبیب نہ بدلا گیا نصیب
یادوں میں تیری ہے کوئی بیمار آج تک

جانے سے اک جناح کے کیا حال ہو گیا
اہلِ وطن کو چاہیے سردار آج تک

سنتے ہیں لوگ چاند پہ رکھنے لگے قدم
بدلا نہیں رقیب کا کردار آج تک

بچھڑے ہوئے اگرچہ زمانے گزر گئے
دل وصلتِ حبیب میں سرشار آج تک

اک بار کر لیا تھا جو سودا کسی نے طے
واپس نہیں ملی ہمیں دستار آج تک

اک بار چشمِ ناز سے پی کر گئے تھے جو
گلیوں میں خوار پھرتے ہیں مے خوار آج تک

گونجا کریں صدائیں شب و روز ہی تری
دیوار و در میں ہیں ترے آثار آج تک

اپنوں نے کیسی چال چلی مات میں مری
ہمدم پہ کھل رہے ہیں وہ اسرار آج تک

رضوانہ اجمل ملک اعوان

نعت رسولِ مقبول ﷺ

رہِ مدینہ کی پاکیزہ ترا اے خاکِ پاک
ملا لے خود میں تُو میری بھی ہستی کی اب خاک

جمال ایسا کہ فاخر نصیبوں کی ہے بخت
جلال ایسا کہ عالم پہ اِس کی بیٹھے دھاک

عجیب کیف ہے طیبہ کی اِن فضاؤں میں
کریں جو سجدہ تو خوشبو سے کھِل اُٹھے ادراک

اِسی لئے تو ہر اک ذرہ جگمگاتا ہے
یہاں پہ پردہ نشیں ہیں وہ صاحبِ لولاک

نشان قدموں کے واللہ جا بجا ہیں ثبت
سو یہ زمین مقدس ہے رو کشِ افلاک

بڑے حسین ہیں منظر مرے مدینے کے
وہ کہکشاں ہے کہ جیسے ہو آسمان کا چاک

سمو لے خاک مری خود میں جو رہِ طیبہ
تو پہن لے یہ مری روح نور کی پوشاک

رضوانہ اجمل ملک اعوان

یاد کے آنسو رہے زیرِ پلک
نام لیتے ہی پڑے از خود چھلک

چاند چہرے یوں کہیں پر کھو گئے
کھا گئی اُن کو زمیں یا کہ فلک

خوب گزرے گا مرا دن بھی بھلا
آج پھر دیکھی ہے سپنے میں جھلک

خوشبوئیں یادوں کی گھر گھر آئی ہیں
کس قدر ہے اِن ہواؤں سے مہک

لوٹ کر آؤ گے اک دن تم ضرور
پھول سے یہ رت سجاتی ہے سڑک

کیسے طوفاں کی ہے آمد، کیا کہوں
ابر برسے نہ ہے بجلی کی کڑک

روبینہ شاہین بیناؔ

جن کو حاصل ہے خلعتِ ادراک
وہ چکاتے ہیں قیمتِ ادراک

راستے ہیں انہی کی خاطر وا
جن کی ترجیع ہے حرفتِ ادراک

لوگ جھوٹی انا کے داعی ہیں
پاس رکھیں یہ حسرتِ ادراک

رہنمائے خرد کریں دِل کو
اور لکھیں حکایتِ ادراک

ایسی انہونیاں ہیں دنیا میں
تنگنائی ہے وسعتِ ادراک

تنگ داماں جو آپ ہے بینا
سب کو دیتا ہے دعوتِ ادراک

زاہد کونچوی

جھانسی انڈیا

نماز چھوڑ کے آخر نبی نبی کب تک
کریں گے لوگ دکھاوے کی بندگی کب تک

ضرورتوں کے گھنے دشت میں نہیں معلوم
رہے گی در بدر اب اپنی زندگی کب تک

بنا کے راستہ اپنا نکل گیا آگے
چٹان آبِ رواں کو بھی روکتی کب تک

سنا ہے شیر سے بکری نے دوستی کر لی
یہ دیکھنا ہے نبھے گی یہ دوستی کب تک

کوئی بتائے گا ہم کو یہاں یقین کے ساتھ
نصیب ہوگی مکمل ہمیں خوشی کب تک

مرے خدا نے مٹا دینا ہے کبھی نہ کبھی
عروج پائے گی ظالم کی سرکشی کب تک

یہ سوچ کر ہیں پریشان تتلیاں زاہدؔ
چمن میں آئے گی پھولوں پہ تازگی کب تک

سفر ندیم زہری انجمؔ

سنو ہم سے کرو گے پھر دغا کب تک
نظر سے تم گراؤ گے بھلا کب تک

شکایت تو نہیں کرتے مگر تجھ سے
زمانے سے کرو گے تم گلا کب تک

ستم گر کو خدا ہم مانتے کیسے
ستمگر کو بناوگے خدا کب تک

لٹیروں کو بنانے جو لگے رہبر
لٹیں گے قافلا رہزن نما کب تک

بھڑکنے جو لگی نفرت دلوں میں اب
خدا کا گھر جلاؤ گے بھلا کب تک

محبت نام ہے نسبت غموں سے ہو
سنو اس سے رہیں بے آشنا کب تک

ضروری ہے مگر کے بے رخی ہم سے
کٹیں گے بے رخی کی اب سزا کب تک

یقیں کرلو تجھے دِل میں بسایا ہے
کروگے پھر مجھے دل سے جدا کب تک

دیا رخسار پر بوسہ تجھے انجمؔ
بھلاؤ گے لبوں کی وہ سخا کب تک

سفر ندیم زہری انجمؔ

محبت کا سفر جاری رکھو منزل ملے جب تک
رکھو سر دار پر منصور کا قاتل ملے جب تک

وہی بھٹکے مسافر جو چلے جانب کبھی صحرا
رکو سارے کہو ان سے نشاں ساحل ملے جب تک

مجھے زاہد نہیں بننا خدا کا خوف ہو دل میں
مریدی کے لیے مرشد اگر کامل ملے جب تک

ہماری خون کے قطرے گواہی جو لگے دینے
ہمیں گمنام ہی مارو کہیں بزدل ملے جب تک

غلامی میں سبھی جیتے رہو سارے وطن واسی
سنو حضرت عمر جیسا ہمیں عادل ملے جب تک

عجب وہ مسکراتی ہے الگ انداز ہے اس کی
محبت وہ نبھائے گی مزاج دل ملے جب تک

یہاں چہرے بدلتے ہیں سنا ہم نے یہی انجمؔ
چلو پوچھو اپوزیشن نما سائل ملے جب تک

شاہدہ صدیقی

سمجھ آیا مجھ کو یہ توفیق سجدہ کے جانے تلک
محبت ضروری ہے جیون کی کتھا سنانے تلک

مجھے کس قدر نرم نظری سے تکتا ہے اب کج ادا
وہ کیسی انا میں رہا تھا لب بام آنے تلک

مرے بعد کیسی خموشی ہوئی منظرِ دہر میں
سمندر میں ہلچل رہی تھی مرے ڈوب جانے تلک

میں اُس کی وہ میری نگاہوں میں رہتا ہے صبح و مسا
کبھی بھول پائیں نہ اک دوجے کو یاد آنے تلک

کٹی عمر رختِ سفر ڈھونے میں، زیست میں پایا کیا
جو منزل ملی خاک میں میرے ملنے ملانے تلک

یونہی معجزوں کی رہی منتظر شاہدہ عمر بھر
مقدر بدلتا نہیں موت کے سر پہ آنے تلک

شاہین فصیح ربانی

تیرا میرا نہیں زمانہ ایک
کیا ہمارا ہو پھر فسانہ ایک

تیرا دل ہو تو بات ہی کیا ہے
چاہتا ہوں فقط ٹھکانہ ایک

دو پرندے بھی دو نہیں رہتے
جب بناتے ہیں آشیانہ ایک

مسجدوں میں یوں رش نہیں ہوتا
شہر میں ہے شراب خانہ ایک

ہمیں نقشہ غلط دیا گیا ہے
سانپ ہیں دو مگر خزانہ ایک

ہم بشر کر رہے ہیں مزدوری
تیری دنیا ہے کارخانہ ایک

کتنی اچھی ہے، مان جاتی ہے
روز کرتا ہوں میں بہانہ ایک

صدا کشمیری

سرینگر، انڈیا

یہ شادمانی رہے گی کب تک
ہے زندگی تیری میری جب تک

تجھے پکارا تو کیا یہ حاصل
ہے بندگی برقرار اب تک

تری جو قسمیں تھی کھائی ہم نے
وہ آگہی کر گئے ہیں سب تک

جو راز تھا درمیاں ہمارے
کیا نہیں فاش بے سبب تک

خیال میرا رکھا نہیں جب
پشیماں یوں میں رہا لقب تک

عطا مجھے کر دیا صدا کیا
بہا رہا ہے تو اشک اب تک

عبدالغنی ماہرؔ

آنکھوں میں رکھ لوں پیار کا طوفان کب تلک
رکھ لوں چھپا کے دل میں ہی ارمان کب تلک

برسات بھی گئی وہ بہاریں چلی گئیں
ملنے کا انتظار مری جان کب تلک

ہم بھی تمہارے حسن کے مشتاق ہیں صنم
کرتے ہو آئینہ کو ہی حیران کب تلک

محبوب ملتے کیوں نہیں، غزلیں ادھوری ہیں
تکمیل ہوگا اپنا یہ دیوان کب تلک

کب تک چھپیں گی کیریاں پتوں کی آڑ میں
پوشیدہ ہوگی عشق کی پہچان کب تلک

کچھ تو زباں سے آپ بھی اقرار کیجئے
اک طرفہ عشق کا کروں اعلان کب تلک

ہو راہ زندگی کی منور مرے خدا
بھٹکے گا تیرگی میں یہ انسان کب تلک

غم گینی دور ہوگی، خوشی لوٹ آئے گی
افسردگی میں زیست ہے سنسان کب تلک

باہر نہ گھر پہ ملتے، ٹھکانہ کہاں ہے دوست
ماہرؔ کو تم کرو گے پریشان کب تلک

نوید ظفر کیانی

ڈھونڈتا پھرتا ہے کس کو لامکاں تک، اب تو رک
پا چکا ہے تُو غمِ آئندگاں تک، اب تو رک

کھینچ لے اب تو ذرا زعمِ سفر کی راس کو
سامنے دیوار ہے اِک آسماں تک، اب تو رک

یونہی اِک کردار کی خاطر بنا ہے گردباد
ختم ہونے کو ہے تیری داستاں تک، اب تو رک

اب کوئی بھی نقشِ پا تجھ کو صدا دیتا نہیں
گم ہے آوازِ رحیلِ کارواں تک، اب تو رک

ٹھیک ہے، مجھ کو چھڑا لائی ہے قیدِ عمر سے
زندگی! اب لے کے جائے گی کہاں تک، اب تو رک

تلخیٔ ایّام میں ڈوبے ہوئے ہیں ظرف بھی
اب ہے یادِ مہرباں نامہرباں تک، اب تو رک

ریت پر چھوڑا ہے یوں بسمل تجھے جس موج نے
لے کے جائے گی وہی آبِ رواں تک، اب تو رک

آگ برساتے ہوئے سورج کو اہلِ کارواں
مان کر ٹھہرے ہوئے ہیں سائباں تک، اب تو رک

کیوں کہانی کی ہواؤں میں اُڑا جاتا ہے تُو
دیکھ لے، خاموش ہے معجز بیاں تک، اب تو رک

نوید ظفر کیانی

خوش آئے اِس لئے میرے دیوان میں نمک
ڈالا ہوا ہے میں نے شکر دان میں نمک

جتنا ملا ہے تیرے خط و خال میں مجھے
اُتنا نہیں ہے کھیوڑے کی کان میں نمک

ایسے بھی مہربان ہیں زخموں کو دیکھ کر
آ جاتے ہیں چھڑکنے کو اِک آن میں نمک

یہ اور بات ہے کہ نہیں حسبِ ذائقہ
ڈالا گیا ہے حُسن کے پکوان میں نمک

اُس بے وفا پہ ختم ہیں مہمانداریاں
لایا ہے ڈال کر جو اُگلدان میں نمک

اُس نے چھڑکنا آپ کے زخموں پہ ہی نہ ہو
جو مانگتا ہے آپ سے تاوان میں نمک

مرچیں ملیں گی اُس کے زبان و بیان میں
رکھتا نہیں جو زیست کے سامان میں نمک

یوں ہو گئی ہے دورِ گرانی میں عاشقی
جیسے فشارِ خون کے طوفان میں نمک

اِس دور میں تو اِتنی وفا بھی نہیں رہی
جتنا ملے گا آپ کو اِک نان میں نمک

ہاشم علی خان ہمدمؔ

پیش منظر ہوئی سیاہ سڑک
دیکھتی رہ گئی نگاہ سڑک

پیش قدمی سکون دیتی ہے
ہے سفر کی پناہ گاہ سڑک

میری منزل مرا کنارا ہے
سامنے ہے جو بے پناہ سڑک

مجھ کو رستہ سجھائی دیتا ہے
دیکھتا ہوں میں گاہ گاہ سڑک

میں پہاڑی مزاج بندہ ہوں
مجھ کو کر دے نہ کج کلاہ سڑک

قافلہ سر اٹھا کے چلتا ہے
پیروی میں ہے سر براہ سڑک

یہ تو ہجرت کا استعارہ ہے
گاؤں سے شہر تک ہے راہ سڑک

اڑ رہا ہے غبار رستے میں
روند ڈالے نہ یہ سپاہ سڑک

دل کے صحرا میں آؤ ! ملتے ہیں
درمیاں ہے یہ خواہ مخواہ سڑک

ہجر کا راستہ ہے اور میں ہوں
ہم سفر ہے مری گواہ سڑک

روشنی پھر بھی دیکھ سکتا ہوں
دور تک ہے جو روسیاہ سڑک

میں تو بس گمرہی کا مجرم ہوں
مار ڈالے نہ بے گناہ سڑک

موڑ ہیں تو کہیں نشیب و فراز
گاہے گاہے ہے انتباہ سڑک

لے چلی آرزو کے رستے پر
جستجو میں ہے اشتہاہ سڑک

منزلوں کا سراغ ہے ہمدم
زندگی کی ہے درس گاہ سڑک

ہاشم علی خان ہمدم

کھلتا ہے مرے دل پہ وہ دروازۂ ادراک
پڑھتا چلا جاتا ہوں میں افسانۂ ادراک

پھولوں نے مری فکر کو خوش رنگ کیا ہے
خوشبو کے دریچے سے کھلا عرصۂ ادراک

بڑھتا چلا جاتا ہوں میں خوابوں کے سفر پر
آئینۂ جاں ہے کہ مرا رستۂ ادراک

دھڑکن میں تری سانس کی خوش تاب مہک ہے
کھلتا ہے مرے دل میں کوئی غنچۂ ادراک

تہذیب کی گاگر اسی جھرنے سے بھری ہے
پنگھٹ ہے مرے گاؤں کا وہ چشمۂ ادراک

وہ شخص مرا حسن نظر ، ذوق نظر ہے
آنکھوں میں لیے پھرتا ہے جو سرمۂ ادراک

یہ کام کوئی ہوش میں کر ہی نہیں سکتا
یہ سنگ ہٹائے گا مرا تیشۂ ادراک

تاریخ کتابوں میں ہمیں یاد رکھے گی
ماتھے پہ سجاتے نہیں ہم تمغۂ ادراک

صدیوں کی مسافت پہ پڑا ہے یہ ستارا
صحراؤں کی وسعت میں نہیں ذرۂ ادراک

اک موج اچھلتی ہے مرے زم زم دل سے
دھڑکن پہ مچلتا ہے کوئی نغمۂ ادراک

میں سر کو جھکاتا ہوں محبت کی اذاں پر
منبر سے سنا ہی نہیں یہ خطبۂ ادراک

لے دے کے یہی رزق سخن ہاتھ لگا ہے
اک شعر ترے نام ہوا صدقۂ ادراک

ہے کون یہاں واقف اسرار محبت
ملتا ہے کہاں سب کو مرا قریۂ ادراک

کٹ جاتی ہے اک عمر محبت کے سفر میں
تھوڑا سا خرد، ٹھہریے! کچھ وقفۂ ادراک

دیوان ترے پیار میں ترتیب دیا ہے
لکھا ہے ترے نام سے ہر صفحۂ ادراک

بے رنگ چراغوں کو جلانے کی لگن میں
آباد رکھا ہم نے یہاں کوچۂ ادراک

سب دل کی کمائی ہے، اسے خرچ کریں گے
چلتا ہے محبت میں یہی سکۂ ادراک

میں دل کے علاقے میں تجھے دیکھ رہا ہوں
رکھا ہے مرے سامنے اک نقشۂ ادراک

امکان کی سیڑھی تری دہلیز تلک ہے
چڑھتا چلا جاتا ہوں فقط زینۂ ادراک

یہ سنگ انا توڑ ہی ڈالے نہ مرا دل
نازک ہے بہت شہر گراں! شیشۂ ادراک

تمثال جبیں شخص مجھے دیکھ سکے گا
ہر آنکھ پہ کھلتا ہے کہاں چہرۂ ادراک

ورنہ یہ مرا دھوپ نگر ظلمت شب ہے
چلتا ہے مرے ساتھ کوئی سایۂ ادراک

ہم دور، بہت دور، کنارے پہ ہیں لیکن
باہم کیے رکھتا ہے ہمیں رشتۂ ادراک

کم ظرف کبھی چاک گریباں نہیں ہوتے
رکھتے نہیں دامن پہ کوئی پردۂ ادراک

میں اپنی محبت کی زباں بول رہا ہوں
سب لوگ سمجھے ہیں مجھے بندۂ ادراک

میں اپنی کہانی کا سفر لکھنے لگا ہوں
محفوظ کتابوں میں رکھا جائے گا یہ ورثۂ ادراک

ہر لفظ دکھاتا ہے نیا رنگ سخن میں
ہوتا ہے توارد سے کہاں سرقۂ ادراک

کاغذ پہ بکھیرے ہیں کئی رنگ غزل کے
مصرعے سے جھلکتا ہے عجب غمزۂ ادراک

سنتا ہی نہیں تیرے سوا اور کسی کی
کیوں غیر مقلد ہے مرا فرقۂ ادراک

اس گہرے سمندر کو سنبھالا نہیں جاتا
کوزے میں سمٹتا ہے کہاں قطرۂ ادراک

یہ حرف ہنر فصل بہاراں میں کھلے گا
ہے باغ سخن میرے لیے ثمرۂ ادراک

کس دور میں جینے کی سزا کاٹ رہا ہوں
تن من کو جلاتا ہے مرا شعلۂ ادراک

بہتا ہے مرے خون میں دریائے محبت
جینے کا سہارا ہے یہی جرعۂ ادراک

الجھی ہوئی سوچوں کو سنوارے گا بھلا کون ؟
ہوتا ہے رفو کیسے بھلا بخیۂ ادراک

میں نیند کی آغوش میں بیدار رہا ہوں
رہتا ہے سرِ خواب مرا تکیۂ ادراک

ہر چال قرینے سے چلائے نہیں بنتی
شطرنج میں ہوتا ہی نہیں خانۂ ادراک

احساس میں اک لوح جبیں نقش ہوئی ہے
ہونٹوں پہ مچلتا ہے کوئی بوسۂ ادراک

اک اور فسانہ مرے شعروں سے کھلا ہے
اک اور غزل ہونے لگی قصۂ ادراک

دریا کو سمندر میں اترنے کی لگن ہے
ٹھہرا نہیں صحرا میں کبھی دجلۂ ادراک

بس نام ترا میرے لیے نور سحر ہے
قائم ہے ترے دم سے یہ آئینۂ ادراک

وہ زرد خزاں سے کبھی مرجھا نہیں سکتا
سرسبز ہوا جاتا ہے جو خوشۂ ادراک

معراج مرے دل کو اسی طرح ملے گی
مسجد میں جھکاتا ہے مجھے سجدۂ ادراک

میں کاسہ ء دل لے کے ترے در پہ کھڑا تھا
ملتا چلا جاتا تھا مجھے توشۂ ادراک

یہ رمز بصیرت کی نگاہوں سے کھلے گی
آنکھوں سے ورا ہے مرا نظارۂ ادراک

یہ دل کی طلب ہے کہ مری تشنہ لبی ہے
بھرتا ہی نہیں ہے مرا پیمانۂ ادراک

خط لکھنے کی فرصت نہیں ملتی مجھے ہمدم
لکھنا ہے تہہ دل سے ابھی نامۂ ادراک

لکھتا چلا جاتا ہوں روانی سے میں ہمدم
قرطاس پہ رکتا ہی نہیں خامۂ ادراک

ہاشم علی خان ہمدمؔ

زخمِ حیات پر ہے مری جان کا نمک
ناخن میں آ گیا ہے ترے دھیان کا نمک

احساس کی نمو ہے ، نمودِ خیال ہے
آنکھوں میں تیرتا ہے جو وجدان کا نمک

پیکر تراشنا ہے کسی بے مثال کا
رکھا ہے انگ انگ میں امکان کا نمک

یہ ذائقہ نہیں ہے ہمارے دیار کا
بہتا ہے تیرے خون میں کس کان کا نمک

تہذیب میں وفا کا وتیرہ ہی اور ہے
کافی نہیں ہے دل کو نمک دان کا نمک

ہیرے کی کان میں ہے نہ کوئلے کی کان میں
مٹی میں مل سکا نہیں انسان کا نمک

اسلوب ہے وفا کا زبان و بیان میں
لہجے سے جانتا ہوں میں پہچان کا نمک

چکھا ہے میں نے سچی محبت کا ذائقہ
شیریں بہت لگا ہے یہ عنوان کا نمک

بھیگے سے ملی ہے سہولت وصال کی
بارش سے گھل رہا ہے جو ارمان کا نمک

سرخی چھلک رہی ہے ترے خط و خال سے
چہرے پہ آ گیا ترے رومان کا نمک

پلکوں پہ رکھ لیا ہے مچلتی نگاہ نے
بوسے کی شکل میں ہے جو مسکان کا نمک

خوشبو کے رنگ عہد محبت کی بات کی
چھڑ کا ہے پھول پھول یہ پیمان کا نمک

رشتہ ہے دل سے دل کا نبھانا ضرور ہے
یہ عشق تو ہوا ہے ترے مان کا نمک

گرد و غبار میں بھی نوید بہار ہے
زنجیر سے ملا ہے وہ زندان کا نمک

موج صبا کا نم ہے سرود و نمود میں
پھولوں کے رنگ میں ہے گلستان کا نمک

کتنی ہی مشکلیں ہوں کبھی کم نہیں ہوا
رہتا ہے کس یقین میں ایمان کا نمک

ممکن نہیں کہ سر کو اٹھا کر چلیں کبھی
کھاتے ہیں کج کلاہ جو سلطان کا نمک

اے پاک سرزمیں! تری مٹی کے لوگ ہیں
کھا کر پلے بڑھے ہیں ترے خوان کا نمک

کس نام کا اثر ہے کہ دھڑکن بھی تیز ہے
موج فشار خون ہے شریان کا نمک

کاغذ مہک رہا ہے صدائے شعور سے
ہمدم صریر جاں ہے قلم دان کا نمک

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	کربِ ادراک
مشاعرہ رنگ	منفرد قوافی مشاعرہ و نظم رنگ۔
وضاحت	یہ برقی کتاب بین الاقوامی ادبی تنظیم موجِ غزل کے فیس بک پر منعقد کردہ مشاعرہ نمبر ۴۰۴ پر مشتمل ہے۔

صفحات	۶۹
تاریخ مشاعرہ	۱۷ فروری ۲۰۲۴ء
منتظمین	ہاشم علی خان ہمدمؔ، نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ۔
پبلشر	مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔ اسلام آباد، پاکستان۔
برقی ڈاک	nzkiani@gmail.com
ارکائیو ربط	archive.org/details/@nzkiani

موجِ غزل

کے ہفتہ وار مشاعرے

طرحی رنگ

پابند ردیف رنگ

اصنافِ سخن رنگ

منفرد ردیف رنگ

منفرد بحر رنگ

اسم ہائے ربانی رنگ

منفرد قوافی رنگ

موضوعاتی رنگ

مزاحیہ رنگ

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام